مولانا گوہر رحمٰن کا منہج تفسیر: ماخذ و طریقہ کار، تحقیقی مطالعہ

Maulana Gohar Rahman's Methodology of Tafsir: Sources and Approach, A Research Study

Hidayat Ullah
Ph.D. Scholar Department of Islamic Studies,
Qurtuba University of Science & IT Peshawar
Dr. Muhammad Ismail
Assistant Professor Department of Islamic Studies,
Qurtuba University of Science & IT Peshawar
Email: abuabdullah64@gmail.com

ABSTRACT
The Qur'an is a constitution and manifesto for humanity, containing solutions to all issues. This Book enlightens humanity with the light of monotheism, freeing them from the darkness of ignorance, disbelief, polytheism, atheism, and innovations. Without it, the Ummah is merely a soulless body, devoid of movement and warmth. Scholars of the Ummah have dedicated their lives to the interpretation and explanation of this Book, writing commentaries in various methodologies and styles. Among these scholars, Sheikh-ul-Qur'an Maulana Gohar Rahman (1936-2003) played a prominent role in the exegesis (Tafsir) of the Qur'an.

Maulana Gohar Rahman held a unique position in the academic world. He was simultaneously a commentator on the Quran, an interpreter of Hadith, and an expert in jurisprudential sciences, excelling in all three fields. He provided invaluable services through his speeches and writings in the fields of Fatwa and contemporary issues, making it easier for courts to make decisions on religious matters. Alongside his other commitments, Maulana dedicated a significant part of his life to the service of the Quran, with his work on Uloom-ul-Qur'an being a remarkable contribution. However, his most notable service was conducting continuous tafsir sessions of the Holy Quran for 36 years. These sessions, lasting 45 days each, were held every year during the months of Ramadan and Sha'ban. He began these sessions in 1961 in Rustam Khel, District Mardan. For 10 years, he performed this duty at Jamia Masjid Mansoorah, Lahore. Just as every Qur'an commentator has a unique methodology in tafsir, Maulana Gohar Rahman also had his own distinctive approach. In the study, a few aspects of his unique methodology in his oral tafsir are presented.

Keywords: Maulana Gohar Rahman, Methodology of Tafsir, Style of Tafsir, Sources and Approach, Research Study

قرآن مجید بنی نوع انسان کے لیے زندگی گزارنے کا ایک دستور اور منشور ہے۔ جس میں تمام مسائل کا حل ہے۔ یہ کتاب انسانیت کو جہالت، کفر و شرک، الحاد و دہریت اور بدعات کے اندھیروں سے نکال کر توحید کے نور سے منور کرنے والا کلام ہیں۔ اس کے بغیر اُمت محض ایک بے روح جسد ہیں جس میں نہ حرکت ہے اور نہ حرارت۔ اس کتاب کی تفسیر و تشریح کے لیے علمائے اُمت نے اپنی زندگیاں وقف کی ہیں۔ اور مختلف مناہج اور اسالیب میں قرآن مجید کی تفاسیر لکھی ہیں۔ ان محققین میں شیخ القرآن مولانا گوہر رحمٰن رحمہ اللہ (۱۹۳۶ء تا ۲۰۰۳ء) نے بھی تفسیر قرآن میں بلند پایہ کردار ادا کیا ہے۔

مولانا گوہر رحمٰن رحمہ اللہ کا علمی دنیا میں ایک منفرد مقام ہے۔ وہ بیک وقت مفسر قرآن، شارح حدیث اور فقہی علوم کے ماہر تھے اور ان تینوں میدانوں میں طولیٰ رکھتے تھے، انہوں نے افتاء اور جدید پیش آمدہ مسائل میں تقریر اور تحریر کے ذریعے گرانقدر خدمات انجام دیئے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی محنت سے عدالتوں کو دینی مسائل میں فیصلے کرنے میں آسانی ہوئی۔ مولانا موصوف نے دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی بہت بڑی خدمت کی ہے، اس میں ان کی تصنیف علوم القرآن ایک لامثال کاوش ہے۔ لیکن سب سے بڑھ کر جو خدمت انہوں نے کی ہے وہ ۳۶ سال تک مسلسل قرآن عظیم الشان کے دورہ ہائے تفسیر کئے تھے۔ جو کہ ہر سال رمضان المبارک اور شعبان المعظم کے مہینوں میں ۴۵ دن پر مشتمل ہوتے تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے ۱۹۶۱ میں رستم خیل ضلع مردان سے دورہ تفسیر سے آغاز کیا۔ انہوں نے ۱۰ سال جامع مسجد منصورہ لاہور میں یہی فریضہ انجام دیا۔ جیسا کہ ہر مفسر قرآن کا تفسیر میں اپنا ایک منہج ہوتا ہے۔ اس طرح مولانا موصوف کا اپنا خاص تفسیری منہج ہے۔ یہاں ان کی صوتی تفسیر کے منفرد منہج کے چند پہلوں پیش کیے جاتے ہیں۔

تفسیری مآخذ

مولانا گوہر رحمٰن رحمہ اللہ نے جمہور علماء مفسرین کے اُصولوں کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کا سب سے پہلا مآخذ قرآن مجید ہی کو ٹھرایا ہے۔ وہ سب سے پہلے ایت کی تفسیر میں دوسری ایات کریمہ سے رہنمائی لیتے ہیں۔ اس کے بعد ان کا دوسرا مآخذ نبی کریم ﷺ سے منسوب تفسیری روایات ہیں۔ اور پھر اقوال صحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین سامنے رکھتے ہیں اس حوالے سے ابتدائی تفاسیر سے زیادہ استفادہ کرتے ہیں اس لیے مولانا مرحوم کے دورہ تفسیر میں امام المفسرین ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے حوالے زیادہ ملتے ہیں۔ تفسیری ماخذ کے حوالے سے مولانا مرحوم خود فرماتے ہیں کہ؛ قرآن فہمی کے کچھ اصول ہیں جن کی تشریح میں ہر سال دورہ تفسیر کے ابتدائی تین دنوں میں کرتا ہوں ان اصول کا خلاصہ یہ ہے: (1) تفسیر القرآن بالقرآن (2) تفسیر القرآن بحدیث الرسول (3) تفسیر القرآن باقوال الصحابہ رضی اللہ عنھم (4) تفسیر

القرآن باقوال التابعین رضی اللہ عنھم (5) تفسیر القرآن بالغۃ العربیہ۔ ان اصولوں کی روشنی تدبر و تفکر اور تعقل و تذکر سے کام لینا توضروری ہے لیکن ازادانہ رائے زنی اور اجتہاد آرائی تدبر نہیں ہے بلکہ ذہنی بیماری ہے۔[1]

جہاں تفسیر میں دوسری آیات کو بطور تفسیر ذکر کرتے ہیں تو باقاعدہ ترتیت کے ساتھ اس مسئلے کے حوالے سے جتنی آیات سے رہنمائی ملتی ہے ان تمام آیات کو ذکر کرتے ہیں، اور جہاں ضرورت مخصوص کرتے ہیں تو وہاں آیات کی ترتیب نزولی پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ قرآن کی تفسیر میں مولانا کا اُصول یہ ہے کہ قرآن کے خلاف کوئی روایت بھی قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ اس طرح قرآن کی تفسیر میں جتنے ضعیف روایات پیش کیے گئے ہیں مولانا مرحوم نے ان پر گرفت کی ہے وضاعین اور کذابین کی روایت نقل کرکے ان پر سخت نکیر کیا ہے۔ جہاں کسی لفظ کے معنٰی کے لیے مفسرین نے تکلف سے کام لیا ہے اور تاویلات کیے ہیں مولانا موصوف نے ان پر رد کیا ہے۔ اس کی مثال سورۃُ الانبیاء کی آیت "بَلْ فَعَلَهُۥ كَبِيرُهُمْ هَٰذَا فَسْـَٔلُوهُمْ إِن كَانُواْ يَنطِقُونَ کی تفسیر میں امام کسائیؒ کا قول تفاسیر نے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ "بَلْ فَعَلَهُ "میں وقف ہے اور "فَعَلَ"میں ضمیر " فتاً" کی طرف راجع ہے۔ یا اس کا فاعل مقدر ہے جو کہ "من فعله "ہے اور "كبيرهم هذا" یہ الگ جملہ ہے "كبيرهم" الگ مبتداء ہے اور "هذ ا" اس کا خبر ہے تو یہاں بل فعلہ میں وقف کی صورت میں یہ معنٰی ہوگا، کہ یہ کام اس نوجوان نے کیا ہے۔ یا یہ کہ" بَل فَعَلَهُ من فعله "یعنی یہ کام جس نے بھی کیا ہے اس نے کیا ہے پھر یہ کہا کہ "كَبِيرُهُمْ هَٰذَا فَسْـَٔلُوهُمْ إِن كَانُواْ يَنطِقُونَ "یہ بڑا بت ہے ان سے پوچھ لے وہ بتائے گا کہ ہمیں کس نے توڑا ہے اگر یہ بات کرسکتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کام تو میں نے کیا ہے لیکن آپ ان سے پوچھ لے اگر یہ بات کرسکتے ہیں کہ یہ کام کہی انہوں نے تو نہیں کیا ہے۔[2]

اس حوالے سے مولانا موصوف کہتے ہیں کی امام کسائی رحمہ اللہ بہت بڑی شخصیت ہے لیکن ان کی یہ بات کمزور ہے، کیونکہ جمہور قراء نے یہاں وقفہ نہیں کیا ہے صحیح قرآت" بَل فعله كبيرهم هذا "ہے اور اس کا متبادر معنٰی یہی ہے کہ فعل کا فاعل" كبير "ہے۔ بعض شیوخ القرآن یہاں امام کسائی کے قول کو ترجیح دیتے ہیں جو مجھے صحیح نہیں لگتا۔ میں امام کسائی کی یہ رائے مبنی بر تکلف سمجھتا ہوں جیسا کہ محققین و مفسرین نے امام کسائی کے قوم کو ترجیح نہیں دی ہیں، بعض کہتے ہیں کی فاعل "كبير هم "ہی ہے لیکن یہاں اصل میں عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے اصل عبارت یہ بنتی ہے کہ "قال فعله كبيرهم هذا ان كانو ينطقون فسئلوهم" یعنی" فسئلوهم "کا ذکر پہلا ہوا ہے اور معنًا یہ پیچھے ہے تو پھر معنی یہ بنتا ہے کہ یہ کام ان کے اس سردار نے کیا ہے اگر یہ بت بات کرسکتے ہیں تو آپ ان سے پوچھے یعنی فعل کو نطق کے ساتھ معلق کیا گیا ہے اور ''معلق بالمعدوم معدوم' ہوتا ہے۔ یعنی بت تو بات نہیں کرتا تو یہ کام بھی انہوں نے نہیں کیا ہے

بلکہ میں نے کیا ہے چونکہ یہ بڑا بت تو بات نہیں کر سکتا اس لئے یہ کام بھی بت نے نہیں کیا ہے بلکہ میں نے کیا ہے لیکن میں ان کے ساتھ مذاق کر رہا ہوں۔[3]

مذکورہ بالا مفسرین کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ نہیں ہوا بلکہ یہ سچ ہو گیا۔ یعنی ابراہیمؑ نے جھوٹ نہیں بولا۔

مولانا موصوف کہتے ہیں کہ یہ بات بھی امام کسائی کے قول سے بھی زیادہ مبنی پر تکلف ہے کیونکہ اس میں تقدیم اور تاخیر کی ضرورت پڑتی ہے۔ جب بغیر تقدیم اور تاخیر کے معنی بنتا ہے تو پھر تقدیم اور تاخیر کی کیا ضرورت ہے۔ اس لئے یہ دونوں اقوال مبنی پر تکلف اور کمزور ہیں لہذا میں تکلف کو پسند نہیں کرتا۔ اصل میں ان دونوں اقوال کا مطلب یہی ہے کہ ابراہیمؑ کو جھوٹ سے نکالا جائے کیونکہ انبیاءؑ جھوٹ نہیں بولتے اس لئے انہوں نے یہ تکلف کیا ہے جو کہ مناسب نہیں ہے۔

دراصل لفظ کذب بہت سارے معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جس میں ایک معنیٰ توریہ بھی ہے کہ حدیث ابراہیمؑ کے کذبات ثلاثہ میں "کذب" سے مراد توریہ ہے یعنی ابراہیمؑ نے توریہ کیا تھا اور مذاحاً یہ کہا تھا کہ اس بڑے بت نے یہ کام کیا ہے میں نے نہیں کیا۔

اس طرح مولانا کی تفسیر میں تفسیر بالرائے سے بالکل اجتناب کیا گیا ہے۔ قرآن، حدیث، اقوال صحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین اور معتبر مفسرین کے اقوال کو نقل کر کے دلیل کی بنیاد پر ایک قول کو ترجیح دی ہے اس کے علاوہ مولانا مرحوم اپنی رائے کی بنیاد پر تفسیر نہیں کرتے بلکہ تفسیر بالماثور کو ترجیح دیتے ہیں۔

جدید ذہنیت کی شکوک کا مدلل جواب

مولانا مرحوم اپنی صوتی تفسیر میں اسلام اور احکام اسلام کے حوالے سے اُٹھنے والے سوالات اور اعتراضات کا جواب قرآن اور سنت سے دیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ہم عصر لوگوں کی تحقیقات اور رائے بھی اس کے رد میں پیش کرتے ہیں۔ خصوصاً ان لوگوں کی رائے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو معترضین کے ہم فکر ہو۔ مثلاً عورت کی گواہی آدھی کیوں ہے؟ اس حوالے سے معترضین کے جواب میں مولانا مرحوم نے سورۃ البقرہ 2، 182" آیۃ مداینۃ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس حوالے سے مشرق اور مغرب کو ملانے کے بجائے ہم اس معلم سے پوچھتے ہیں جس معلم کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن مجید سمجھانے کی لگائی ہے وہ معلم محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ بخاری شریف کی حدیث مبارک ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" کہ عورت کی گواہی اس لئے آدھی ہے کہ عورت ناقص العقل ہے"۔[4] یہ رہی حدیث جس میں عورت کہ گواہی کے آدھی ہونے کی وجہ بیان کی گئی ہے لیکن اس حدیث کی تائید میں جدید فلسفہ اور سائنس کی تحقیق بھی یہ ہے، کہ عورت ناقص العقل ہے اگرچہ یہ لوگ احادیث کو نہیں مانتے صرف اپنی تحقیق کی بنیاد پر

بات کرتے ہیں البتہ ہم حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے جدید محققین کی اس بات کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً فرید وجدی جو محمد عبدہُ کے شاگرد ہیں انہوں نے اپنی کتاب "دائرۃ المعارف القرآن العشرین "جلد نمبر ۸ بعنوان (المرۃ) میں مغربی محققین کے اقوال اور تحقیق نقل کیا ہے جس میں انہوں نے دلائل کے ساتھ نقل کیا ہے کہ عورت ناقص العقل ہے[5]۔ لہٰذا مولانا مرحوم شریعت مطہرہ اوراحادیث مبارکہ سے استدلال کے ساتھ جدید محققین کی رائے بھی پیش کرکے معترضین کا جواب دیتے ہیں۔ مولانا گوہر رحمٰن مزید فرماتے ہیں؛ کہ حضور ﷺ اور جدید محققین نے جو یہ بات کی ہے، کہ عورت ناقص العقل ہے، تو یہ اکثریت کی اعتبار سے ہیں۔ یعنی نوع عورت نوع مرد سے اکثریت کے اعتبار سے عقل میں کمتر ہے۔ ہر عورت ہر مرد سے عقل میں کم نہیں ہے۔ کیونکہ بعض عورتیں بعض مردوں سے عقل میں زیادہ کامل ہوتی ہیں اور بعض مردوں کی یاداشت بعض عورتوں سے کمزور ہوتی ہیں۔

باطل حیلوں کارد

مولانا مرحومؒ نے اپنی تفسیر میں فقہ کے باطل حیلوں پر سختی سے رد کیا ہے اور سنت کی روشنی میں ایسے حیلوں کی شرعی حیثیت اور اس کے نقصانات کو واضح کر دیا ہے۔ اس کی مثال" بیع بالوفاء" ہے جس کے بارے میں ماورالنہر کے بعض علماء نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ مولانا مرحوم نے اس پر سخت رد کرتے ہوئے اس کو سود قرار دیا ہے۔

بیع بالوفاء کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کو آپ نے قرضہ دیا اور اس نے آپ کو اپنی زمین اس شرط پر فروخت کر دی کہ جب بھی میں یہ پیسے واپس دونگا تو آپ میری زمین واپس کر دیں گے یعنی اصل میں یہ رھن ہی ہے لیکن رھن سے فائدہ اُٹھانے کے لیے ایک حیلہ بنایا گیا ہے تاکہ لوگ آپ کو سود خور نہ کہے۔

اس پر مولانا مرحوم نے سختی سے رد کیا ہے اور اس کو سود قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ حقیقت میں سود ہے صرف نام بیع کا دیا گیا ہے لہٰذا صرف نام سے کوئی چیز حلال نہیں ہوتی۔

دلیل کے مقابلے میں کوئی ان کے نقد سے مبراء نہیں ہیں

مولانا گوہر رحمٰن رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں دلیل کی بنیاد پر کسی کی بات کو تسلیم یا رد کرتے ہیں۔ کسی کی شخصیت ذاتی تعلق، فکری ہم آہنگی یا فقہی مسلک اس حوالے سے اس کو آڑے نہیں آتے، ہر مسئلے میں دلیل اور اصولوں کے خلاف کرنے والوں پر مہذب انداز میں نقد کرکے اصل مسئلے کو دلیل کی بنیاد پر پیش کرتے ہیں۔ مولانا مودودی رحمہ اللہ کے ساتھ ان کا احترام کا رشتہ تھا۔ ان کو ایک عالم ربانی سمجھتے تھے اور ان کے ساتھ تحریک میں بحیثیت ذمہ دار کام بھی سرانجام دیتے رہے۔ لیکن پھر بھی انہوں نے مولانا مودودی کے ساتھ دلیل کی بنیاد پر اختلاف کیا ہے۔ اور ان کو نقد و انتقاد سے بالاتر نہیں سمجھتا۔ ڈاکٹر سید منصور علی لکھتے ہیں کہ بہت سارے لوگ جو اپنے اپنے شعبہ علم میں یکتا اور لاثانی مانے

جاتے ہیں ان کی کسی کمزور بات سے مولانا گوہر رحمٰن رحمہ اللہ رواروی میں نہیں گزر جاتے، بلکہ دلائل سے ان کی ضعف کو ثابت کرتے ہیں۔ دوسروں کا ذکر کیا خود مولانا مودودی، جن کے لیے وہ ہمیشہ عالم ربّانی کی ترکیب استعمال کرتے تھے۔ بعض تفسیری نکات پر اختلافات کا اظہار کیا ہے۔ اس مقام پر مولانا گوہر رحمٰن کی علمی حیثیت کو خراج تحسین پیش نہ کرنا زیادتی ہوگی۔[6]

مولانا مودودی کے ساتھ اختلاف کی مثال یہ ہے کہ سورۃ یونس کی آیت "فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ"[7] کی تفسیر میں مولانا مودودی نے لکھا ہے کہ "یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ قوم کن خاص وجوہ کی بناء پر خدا کے اس قانون سے مستثنیٰ کی گئی کہ عذاب کا فیصلہ ہو جانے کے بعد کسی کا ایمان اس کے لیے نافع نہیں ہوتا، تاہم قرآن کے اشارات اور صحیفہ یونس کے تفصیلات پر غور کرنے سے وہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے جو مفسرین قرآن نے بیان کی ہے، کہ حضرت یونس علیہ السلام چونکہ عذاب کی اطلاع دے کر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اپنا مستقر چھوڑ کر چلے گئے تھے اس لیے جب آثار عذاب دیکھ کر آشوریوں نے توبہ واستغفار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا۔ قرآن کریم میں خدائی دستور کے جو اُصول وکلیات بیان کیے گئے ہیں ان میں ایک مستقل دفعہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک اس پر اپنی حجت پوری نہیں کرلیتا۔ پس جب نبی اللہ نے اس قوم کی مہلت کے اخری لمحے تک نصیحت کا سلسلہ جاری نہ رکھا اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ وقت سے پہلے بطور خود وہ ہجرت کر گیا تو اللہ تعالیٰ کے انصاف نے اس کی قوم کو عذاب دینا گوارہ نہ کیا۔ کیونکہ اس پر اتمام حجت کی قانونی شرائط پوری نہیں ہوئی تھیں"۔[8]

مولانا مودودی رحمہ اللہ کی اس عبارت پر مولانا گوہر رحمٰن رحمہ اللہ گرفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن سے یہ بات ثابت ہی نہیں ہوتی کہ عذاب کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ بلکہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ عذاب کے اثار دیکھ کر جب وہ ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا۔ جیسا کہ مولانا مودودی نے خود لکھا ہے "اور اثار عذاب دیکھ کر خوف زدہ ہو کر جو بھی ایمان لاتا ہے اس کا ایمان اس کے لیے نافع ہوتا ہے"۔

دوسری بات یہ ہے کہ مفسرین میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ عذاب کے اٹھائے جانے کی وجہ یونس علیہ السلام کی ہجرت بلا اذن تھی۔ بلکہ سب نے لکھا ہے کہ ان کے ایمان لانے کی وجہ سے عذاب اُٹھالیا گیا تھا۔ ہاں یہ درست ہے اور سب نے تسلیم کیا ہے کہ مچھلی کے پیٹ میں جانے کی وجہ ہجرت بلا اذن تھی۔

تیسری بات یہ ہے کہ قرآن کی آیات میں یہ بات تو کہی دور دور تک نظر نہیں آتی کہ عذاب کے ٹل جانے کی وجہ یہ تھی کہ ان پر حجت پوری نہیں ہوئی تھی بلکہ قرآن نے تو صاف طور پر بغیر کسی ابہام کے کہا ہے کہ جب وہ ایمان لے

آئے تو ہم نے ان سے عذاب اٹھالیا۔ اس تصریح کے باوجود مولانا مودودی کا یہ فرمانا کہ عذاب اس لیے اٹھایا گیا تھا کہ اتمام حجت کی قانونی شرائط پوری نہیں ہوئی تھی۔ میری سمجھ سے بالاتر ہے قرآن میں یہ اصول یقیناً بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں پر حجت پوری کرنے کے بغیر عذاب نہیں دیتا لیکن قرآن کے اس زیر بحث آیت میں یہ اصول بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو قوم بھی عذاب میں پھنس جائے اور گھیر لئے جانے سے پہلے ایمان لے آتی ہے تو اس کا ایمان اس کے لیے نافع ہو جاتا ہے۔ اور وہ عذاب سے بچ جاتی ہے۔

اس کے بعد مولانا گوہر رحمٰن رحمہ اللہ، مولانا مودودی رحمہ اللہ کی عظمت شان اور تبحر علمی کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مولانا مودودی اپنے دور کے بہت بڑے عالم تھے، جس کا میرے دل میں بڑا احترام ہے۔ جو حضرات مولانا پر توہین انبیاء کا الزام لگاتے ہیں وہ زیادتی کر رہے ہیں۔ البتہ اتنی بات سے میں بھی انکار نہیں کر سکتا کے مولانا مودودی کے درجہ بالا الفاظ میں اور ان کے بعض دوسری تحریروں میں سوء تعبیر موجود ہے جو نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ اگرچہ سوءِ اعتقاد مولانا کی تحریروں میں نہیں ہے لیکن سوء تعبیر بھی مناسب نہیں تھا۔ لیکن ان کی طرف ضلالت کی نسبت کرنا بڑی بے انصافی ہے۔ اس لیے کہ گمراہ وہ ہوتا ہے جو اہل سنت والجماعت کے اصول وعقائد میں کسی عقیدے کا منکر ہو اور مولانا ان میں سے کسی بھی عقیدے کے منکر نہیں تھے۔

اس کی دوسری مثال سورۃ انبیاء کی آیت" **بل فعله كبيرهم هٰذا**" [9] [10]کی تفسیر میں مولانا گوہر رحمٰنؒ کا مولانا مودودیؒ کی رائے کے ساتھ اختلاف ہے۔ جس میں مولانا مودودیؒ حضرت ابراہیمؑ کے حوالے سے کذبات ثلاثہ کی حدیث کو راوی کی غلطی کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیغمبرؑ کے مقابلے میں راوی حدیث کی طرف غلطی کی نسبت افضل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جھوٹ نہیں بولا بلکہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس حوالے سے مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ

"ایک گروہ روایت پرستی میں غلو کر کے اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اسے بخاری و مسلم کے چند راویوں کی صداقت زیادہ عزیز ہیں اور اس بات کی پرواہ نہیں ہے کہ اسے ایک نبی پر جھوٹ کا الزام عائد ہوتا ہے آگے لکھتے ہیں کہ فن حدیث کے نقطہ نظر سے کسی روایت کی سند کا مضبوط ہونا اس بات کی مستلزم ہے کہ اس کا متن خواہ کتنا ہی قابل اعتراض ہو مگر اسے ضرور آنکھیں بند کر کے صحیح مان لیا جائے۔ سند کی قوی اور قابل اعتماد ہونے کے باوجود بہت سے اسباب ایسے ہو سکتے ہیں جن کی وجہ سے ایک متن غلط صورت میں نقل ہو جاتا ہے اور ایسے مضامین پر مشتمل ہوتا ہے جن کی قباحت خود پکار رہی ہوتی ہیں کہ یہ باتیں نبی ﷺ کی فرمائی ہوئی نہیں ہو سکتیں اس لیے سند کے ساتھ ساتھ متن کو دیکھنا بھی ضروری ہیں اور اگر متن میں واقعی کوئی قباحت ہو تو خواہ مخواہ اس کی سند پر ضد کرنا صحیح نہیں ہے"۔ [11]

مولانا گوہر رحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ مولانا مودودیؒ کو اشتباہ ہو گیا ہے اور "کذب "لفظ کا معنیٰ نہیں سمجھے ہیں یہاں کذب سے مراد جھوٹ نہیں ہے بلکہ کذب بمعنیٰ توریہ ہے جو سامع کے مطابق جھوٹ ہوتا ہے لیکن متکلم کے مطابق بالکل سچ ہوتا ہے۔

لفظی تحقیق

مولانا گوہر رحمٰن پنی تفسیر میں پہلے آیت کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں اور بقدر ضرورت لغوی تحقیق بھی کرتے ہیں اور ساتھ ہی صرفی و نحوی ترکیب بھی بقدر ضرورت کرتے ہیں۔ مثلاً آیت "**فصرهن اليک**"[12] کی تحقیق کرتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں کی عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے" **فصرهن** "کا ترجمہ "**قطعهن اليک**" کیا ہے اور یہی معنیٰ مجاہد، معمر بن ابو عبیدہ نے کیا ہے۔[13]

اس طرح امام قرطبیؒ نے تفسیر قرطبی میں امام راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں اور علامہ زبیدی نے تاج العروس میں لکھا ہے کہ عربی لغت میں صَورٌ، قطعٌ کے معنی میں مستعمل ہے۔[14]

آگے مزید تحقیق کر کے فرماتے ہیں کہ" **فصرهن** " کا ایک دوسرا معنیٰ بھی کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ تفسیر قرطبی، تفسیر کشاف اور ابن جریر طبری کہتے ہیں کہ" **فصرهن ای املهن و ضمم هن اليک** "[15] یعنی ان پرندوں کو اپنے ساتھ اشنا کرو تاکہ بعد میں آپ کو شک نہ ہو۔ یہ معنیٰ بھی ٹھیک ہے لیکن صحیح معنیٰ پہلے والا ہے۔

اختلاف اقوال میں راجح قول کی نشاندہی

مولانا گوہر رحمٰنؒ اپنی تفسیر میں قرآن سے اخذ کردہ مفہوم کی ثبوت میں احادیث رسول ﷺ، اثار صحابہؓ اور اقوال تابعینؒ پیش کرتا ہے۔ لیکن ان کا کمال یہ ہے کہ پھر سامع کو ان اقوال کثیرہ کے اس جنگل میں حیران و پریشان چھوڑ کر اگے نہیں بڑھتے بلکہ "میری رائے کے مطابق صحیح قول یہ ہے" کے الفاظ کے ساتھ اپنی رائے پیش کرتے ہیں اور پھر اس کی صحیح اور راجح ہونے پر دلائل پیش کرتے ہیں اس طرح اختلافی مسائل میں تمام آئمہ مجتہدین کے اقوال نقل کر کے دلیل کی بنیاد پر ایک قول کو ترجیح دیتے ہیں۔

مثلاً "**وَمِمَّآ أَخۡرَجۡنَا لَكُم مِّنَ ٱلۡأَرۡضِ**"[16] کے ضمن میں زمین کے پیداوار میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں۔ اس حوالے سے آئمہ مجتہدین کی رائے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام اعظم امام ابو حنیفہؒ کا نکتہ نظر یہ ہے کہ زمین کے پیداوار میں نصاب نہیں ہے۔ پیداوار کم ہو یا زیادہ ہر حالت میں عشر دینا لازمی ہے البتہ امام ابو حنیفہؒ اس کے علاوہ ہر قسم کمائی میں زکواۃ کے لیے نصاب کے قائل ہیں خواہ وہ سونا، چاندی ہو یا جانور ہو اس میں نصاب کا خیال رکھا جائے گا۔ اگر نصاب سے کم ہو تو پھر صدقہ واجب نہیں ہے۔[17]

البتہ امام ابو حنیفہؒ کے دونوں شاگرد (امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ) کے نزدیک زمین کے پیداوار میں بھی نصاب ہے اور وہ یہ کہ جب پیداوار پانچ وثق سے زیادہ ہو تو پھر زکواۃ واجب ہے اور اگر اس سے کم ہو تو پھر زکواۃ واجب نہیں ہے۔[18]

اس حوالے سے دلیل کی بنیاد پر میری رائے یہ ہے کہ جمہور کی رائے مظبوت ہے اگرچہ امام ابو حنیفہؒ عظیم امام ہیں لیکن یہاں ان کی بات کمزور ہے۔

اصل مصدر تک رسائی

مولانا مرحومؒ اقوال سلف صحیح اسانید کے ساتھ نقل کرتے ہیں اور اصل مصدر تک تعاقب کرتا ہے جہاں ان کو اصل مصدر میں حوالہ نہیں ملتا تو اس پر گرفت کرتا ہے۔

آیات اور سوور کے مابین ربط

مولانا مرحومؒ ایک سورۃ کا دوسری سورۃ کے ساتھ ربط تو ذکر کرتا ہی ہے لیکن جہاں ضرورت محسوس کرتے ہیں تو وہاں ایک آیت کریمہ کا دوسری ایت کے ساتھ ربط بھی ذکر کرتا ہے تاکہ طالب علم کے لیے کوئی مشکل نہ بن جائے اس کی مثال یہ ہے کہ" ٱلَّذِينَ يَأْكُلُونَ ٱلرِّبَوٰاْ لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ۔[19] کا ما قبل آیت سے ربط ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پہلی آیت میں انفاق کا ذکر تھا اور اس میں سود کا ذکر شروع ہوتا ہے ان دونوں کے مابین ربط یہ ہے کہ انفاق خواہ فرضی صدقہ ہو یا نفلی بلا عوض اللہ تعالیٰ کے رضا کے لیے کسی کو اپنا مال دینا اور سود میں بھی کسی کو اپنا مال قرض دینا ہوتا ہے لیکن اس میں مقصد رضائے الٰہی نہیں بلکہ اس پر عوض لینا ہوتا ہے لہذا سود اور صدقہ ضدین ہیں صدقہ جود اور سخا ہے اور سود بخل ہے خود غرضی ہے۔ اس لئے صدقہ کے بعد سود کا ذکر کیا گیا ہے کہ کسی کو غلط فہمی نہ ہو جائے کہ سود اور صدقہ ایک جیسا ہے۔

اقامت دین

مولانا گوہر رحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں عبادات، وقعات اور فضائل کے ساتھ ساتھ قرآن کے مقصد نزول پر خصوصی توجہ دی ہے۔ انہوں نے انبیاء کی بعثت اور آسمانی کتب کی نزول کا مقصد اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور غلبہ دین قرار دیا ہے اور یہی مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا نصب العین قرار دیتے ہیں۔ مولانا مرحومؒ اپنے تفسیر میں مسلمانوں کو یہ تصور دیتا ہیں کہ جس طرح نماز، روزہ اور حج فرض ہیں اس طرح اقامت دین کے لیے جدوجہد کرنا فرض اور ضروری ہیں جب تک اسلام کو ایک ریاست کی حیثیت حاصل نہ ہو اور اسلام کے پاس قوت نافذہ نہ ہو اس وقت تک اسلام کے دیگر احکام مثلاً اخلاقیات، معاملات، حدود و تعزیرات اور نظام عدل کا قیام ناممکن ہیں۔ مولاناؒ ان تمام اُمور کو نافذ کرنے لیے اقامت دین اور حکومت الٰہیہ کا قیام ضروری سمجھتے تھے اور طلبہ کو اس کام کے لیے تیار کرتے تھے۔ اس حوالے سے وہ مولانا مودودیؒ کے افکار سے متاثر ہوئے تھے اور پھر ان کے ساتھ شریک کار بھی تھے۔ انہوں نے اس جدوجہد میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کی۔

اُصول تفسیر

جیسا کہ عام مفسرین قرآن کا یہ طریقہ ہے کہ قرآن مجید کے دورہ ہائے تفسیر سے پہلے کچھ ضروری مباحث کے بارے میں طلبہ کو آگاہ کرتے ہیں۔ اس طرح مولانا گوہر رحمٰنؒ مرحوم بھی دورہ تفسیر کے آغاز میں کم سے کم دو دن دوران کلاس تفسیر کے اُصول بیان کرتے تھے۔ جس کا دورانیہ تقریباً ۸ گھنٹے پر محیط ہوتا تھا۔ جس میں شرکاء تفسیر کو اصول تفسیر کے مباحث ذہن نشین کراتے تھے۔ جس کی وجہ سے دوران درس طلبہ کو ان علوم اور اصطلاحات کے بارے میں الجھن نہیں رہتی تھی۔ ان مباحث میں قرآن کا تعارف، ناسخ اور منسوخ آیات کی تفصیل اور تعداد، شان نزول، ترتیب نزول، تدوین قرآن، اور مضامین قرآن کا تفصیلی جائزہ لیتے تھے۔ اس حوالے سے متجددین اور مفسرین کا تعارف بھی کراتے تھے اور ساتھ ان کا منہج تفسیر پر بھی روشنی ڈالتے تھے۔ اس طرح ان مفسرین کا تعارف اور تذکرہ فرماتے تھے جنہوں نے قرآن مجید کی تفسیر میں قابل قدر خدمات انجام دیے ہیں اور ہر تفسیر کی خصوصیات پر بھی روشنی ڈالتے تھے۔

یہ اُصول تفسیر مولانا مرحومؒ نے علوم القرآن کے نام سے دو جلدوں پر مشتمل کتاب کی صورت میں مدون بھی کر چکے ہیں جس کو علماء اور طلبہ کے ہاں بہت اچھی پزیرائی ملی ہے۔ جس کو ہم سابقہ تصنیفات علوم القرآن کا مدلل نچوڑ اور خلاصہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ مصنف نے اس کتاب میں متجددین کے شبہات اور اعتراضات کا بھی جواب دیا ہے۔

فرق باطلہ کی تردید

شیخ القرآن مولانا گوہر رحمٰنؒ اپنی تفسیر میں مشکلات القرآن کے حل، توحید، حجیت حدیث، ختم نبوتؐ، اتحاد اُمت، شان صحابہؓ، اسلامی سیاست اور اسلامی معیشت و معاشرت پر تفصیلی بحث کرتے ہیں۔ اس طرح وہ جدید و قدیم فتنے اور باطل فرقے مثلاً یہودیت، نصرانیت، اشتراکیت، مغربی جمہوریت اور فتنہ جدیدیت پر علمی رد کرتے ہیں اور اسلامی نظام کے ساتھ موازنہ کرکے علمی و استدلالی انداز میں تردید فرماتے ہیں۔

اس طرح قرآنی احکام و قوانین کا حالات حاضرہ اور مسائل جدیدہ پر انطباق کا طریقہ سکھاتے ہیں، تاکہ شائقین علم کے اندر مسائل جدیدہ اور حالات و واقعات پر شرعی احکام کو منطبق کرنے کا ملکہ اور صلاحیت پیدا ہو سکے۔ تفسیر کو اسلاف کے طرز پر کرنے کے لیے انہوں نے تفسیر کی بنیادی امہات الکتب مثلاً ابن جریر الطبریؒ، ابن عطیہ غرناطی، امام ابن کثیرؒ، تفسیر امام قرطبیؒ، ابوحیان اندلسی، امام رازی وغیرہ مفسرین کی تفاسیر کا خلاصہ بیان فرماتے ہیں۔ اور جدید تفاسیر خصوصاً تفہیم القرآن، معارف القرآن کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر سید منصور علی لکھتے ہیں کہ؛ متجددین اسلام جن کے سرخیل برصغیر پاک و ہند میں سرسید احمد خان ہیں اور مصر میں محمد عبدہٗ ہیں ان کی متجددانہ باتوں پر بھرپور نکیر کی گئی ہے۔ لیکن انداز بیان فتویٰ کا نہیں بلکہ خالصتاً علمی ہے۔[20]

مصادر و مراجع

[1]۔ گوہر رحمٰن، مولانا (2003ء)، تفہیم المسائل، مکتبہ تفہیم القرآن مردان، 1999ء ج3، ص66

2۔الانبیاء 21، 63

3۔یعنی اگر کسی کام کو کسی معدوم شرط کے ساتھ مشروط کیا جائے تو یہ مشروط بھی معدوم تصور کیا جائے گا۔

4۔حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدٌ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه،عن النبي صلى الله عليه وسلم قَالَ: أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شهادة الرجل. قلن: بلى، قال:"فذلك من نقصان عقلها"۔ "ہم سے ابن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا: مجھ سے زید نے عیاض بن عبداللہ کی سند سے اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے نصف کے برابر نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس کے عقل کی کمی سے ہے۔"(امام بخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري الجعفي (256ھ)، صحیح البخاری، دار ابن کثیر دمشق، طبع 1993ء، ج2، ص941، حدیث نمبر: 2515)

5۔"ان وجدان المراة اضعف من وجداننا بقدر ضعف عقلها عن عقلنا "عورت کا ضمیر ہم سے کمزور ہے جس طرح اس کا عقل ہم سے کمزور ہے۔

محمد فرید وجدی 1954ء، دائرۃ المعارف القرآن العشرین، دار المعرفۃ بیروت لبنان، طبع ثالث (1971ء) ج8 ص594

6۔ ڈاکٹر عطاء الرحمٰن، مولانا گوہر رحمٰنؒ حیات و خدمات، ص248

[7]۔ یونس 10، 98

8۔ مودودی، ابوالاعلیٰ (1979ء)، تفہیم القرآن، ترجمان القرآن لاہور 2015ء۔ ج2، ص312، ح99

[10]۔ انبیاء 21، 63

11۔مولانا مودودی، تفہیم القرآن، الانبیاء 21، حاشیہ 60

[12]۔البقرہ 2۔260

13۔وَقَوْلُهُ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ أَيْ: قَطِّعْهُنَّ، قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعِكْرِمَةُ وَسَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَأَبُو مَالِكٍ وَأَبُو الْأَسْوَدِ الدُّؤَلِيُّ وَوَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ وَالْحَسَنُ وَالسُّدِّيُّ وَغَيْرُهُمْ۔ "ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ "فصر ھن کا معنی ہے "انہیں کاٹ دو" یہ قول عکرمہ، سعید بن جبیر، ابو مالک، ابو الاسود الدویلی، وہب بن منبہ، حسن اور سودی وغیرہ کا بھی ہے۔"ابن کثیر ابو الفداء اسماعیل بن عمر کثیر القرشی (701ھ تا 774ھ)، تفسیر القرآن العظیم، مکتبہ القرآن والسنۃ پشاور، ج1، ص223"۔

14۔"وأما الزبيدي فقد قال: صَارَ وَجْهَهُ، يَصُورُه: وَيَصِيرُه: أَقْبَلَ بِهِ، وقال الأَخْفَشُ: صُرْ إِلَيَّ، وصُرْ وَجْهَكَ إِلَيَّ أي أَقْبِلْ عليّ. وفي التنزيل العزيز: {فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ}، أَي وَجِّهْهُنّ، وهي قراءَةُ عليّ وابن عبّاس، وأَكثرِ الناسِ، وذَكَرَه ابن سيدَه في الياءِ أَيضاً؛ لأَنّ صُرْتُ وصِرْتُ لغتان. وصارَ الشَّيْءَ يَصُورُه صَوْراً: قَطَعَه وفَصَّلَه صُورَةً صُورَةً۔"(عبد الرازق بن حمودۃ القادوسي،

دکتور، أثر القراءات القرآنية في الصناعة المعجمية تاج العروس نموذجا، رسالة دکتوراہ بإشراف الأستاذ الدكتور رجب عبد الجواد إبراهيم- قسم اللغة العربية- كلية الآداب- جامعة حلوان (۱۴۳۱ھ-/۲۰۱۰م)، ص251"۔

15۔ ومعنى فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ حينئذ ضمهن وأملهن إليك۔ "یعنی فصرھن کا معنی ہے اپنے پاس رکھو اور اپنے ساتھ مانوس کرو۔" "الألوسي، شهاب الدين محمود بن عبد الله الحسيني الألوسي (۲۷۰ھ)، روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، دار الكتب العلمية- بيروت، طبع اولیٰ 1415ھ، ج2، ص31"۔

یہی معنی تفسیر بیضاوی نے بھی کیا ہے۔ "فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ فأملهن واضممهن إليك لتتأملها وتعرف شياتها لئلا تلتبس عليك بعد الإحياء"۔ لہٰذا انہیں اپنی طرف متوجہ کرو، انہیں جھکاو، اور انہیں اپنے قریب رکھو تاکہ تم ان پر غور و فکر کر سکو اور ان کے رازوں کو پہچانو، تاکہ ان کے زندہ ہونے کے بعد آپ کو وہم نہ ہو۔ (البيضاوي، ناصر الدين أبو سعيد عبد الله بن عمر بن محمد الشيرازي (۶۸۵ھ)، أنوار التنزيل وأسرار التأويل، دار إحياء التراث العربي- بيروت، طبع اولیٰ 1418ھ، ج1، ص157)

[16] ۔ البقرہ2، 267

17۔ " قال أبو حنيفة رحمه الله في قليل ما أخرجته الأرض وكثيره العشر سواء سقى سيحا أو سقته السماء إلا الحطب والقصب والحشيش وقالا لا يجب العشر إلا فيما له ثمرة باقية إذا بلغ خمسة أوسق والوسق ستون صاعا بصاع النبي عليه الصلاة والسلام وليس في الخضروات عندهما عشر " فالخلاف في موضعين: في اشتراط النصاب وفي اشتراط البقاء لهما في الأول قوله عليه الصلاة والسلام " ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة " ولأنه صدقة فيشترط فيه النصاب لتحقق الغنى ولأبي حنيفة رحمه الله قوله عليه الصلاة والسلام " ما أخرجت الأرض ففيه العشر من غير فصل"، "امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زمین اس میں سے جو کچھ کم اور زیادہ پیدا کرتی ہے، دسواں حصہ، خواہ اسے نہر سے سیراب کیا جائے یا آسمانی پانی سے سیراب ہو جائے۔ سوائے لکڑی، سرکنڈوں اور گھاس کے کہ اس میں عشر ضروری نہیں۔ جو پھل بچ جائے اگر وہ پانچ وسق تک پہنچ جائے، تو پھر عشر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع کے مطابق ایک وسق ساٹھ صاع ہیں، اور صاحبین کے نزدیک سبزیوں پر عشر نہیں ہے۔ اختلاف دو جگہوں پر ہے: 1) شرط نصاب اور 2) شرط بقاء میں ہے۔ ان کی دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ "پانچ وسق سے کم کسی چیز پر عشر نہیں ہے کیونکہ یہ عشر ہے"۔ اس لئے اس میں غنی ہونے کے لئے نصاب شرط ہے۔ اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "زمین جو کچھ پیدا کرے، اس کا عشر ہے یہ بغیر فصل کے آیا ہے۔" (برهان الدين، علي بن أبي بكر بن عبد الجليل الفرغاني المرغيناني، أبو الحسن (۵۹۳ھ)، الهداية في شرح بداية المبتدي، دار احياء التراث العربي، بيروت، لبنان، ج1، ص107)

18۔ البقرہ2-260

[19] ۔ البقرہ2، 275

20 ڈاکٹر عطاء الرحمٰن، مولانا گوہر رحمٰن حیات و خدمات، ص248